نابرابری کا جواز

فاطمہ دردانہ

عورتوں کی نفسیات سے متعلق گفتگو انتہائی پریچ اور دشوار طلب ہوتی ہے اور یہ اس وقت اور بھی دشوار ہو جاتی ہے جب ان سے برتی جانے والی ناروائی کے ساتھ دونوں اصناف کے اخلاقی پہلوؤں پر نظر کی جائے۔

مساوات و برابری اور فرق اور ناروائی کے اسباب کا جائزہ انتہائی اہم مسئلہ ہے کیونکہ صنف قوی اور صنف نازک بادجودیکہ ایک ہیں مگر انسانی نفسیات میں امتیازات کی ناگزیری کے اسباب بھی ہیں، جو اپنے آپ میں انتہائی طور پر قابل غور اور تحقیق طلب ہیں۔ اس طرح عورتوں کے نفسیات کے جملہ پہلوؤں کا اس رخ سے جائزہ لینا ایک انتہائی فنی کام ہے۔ ماہرین ومفکّرین چاہتے ہیں کہ اس میدان میں قدم رکھیں اور اپنی کاوش وتحقیق کے ذریعہ اسباب امتیازات کا تعین کریں گو کہ اس پر کچھ کام ہوا ہے، کتابیں منظر عام پر آئی ہیں مگر اسے مزید فروغ دینے کی ضرورت ہے، نیز مسلم دانشمندوں کو چاہیے کہ اسے اسلامی تعلیمات کی سطح پر لائق توجہ جانیں۔اس قسم کے فکر انگیز تحقیقی کارناموں کے ذریعہ حقوق شناسوں اور معاشرہ کے ماہرین کو عورت کے مقام، منزلت سے متعلق کج فکری و افراط وتفریط سے محفوظ رکھا جا سکا ہے جسکا پہلا باب اختلاف و دوگانگی کی ناقابل قبول تردید کی حقیقت کا جائزہ ہے، جسکو مرد وزن کے خارجی وجود کی یکسانیت اور علمی تجز یہ کی روشنی میں بآسانی ثابت کر سکتے ہیں، صرف اس رخ سے کہ مرد وزن دو مختلف جنس، نر و مادہ، ہیں جو اپنے حقوق کے سلسلہ میں جملہ نظریات افراط و مساوات کے برخلاف اپنی کارگزاریوں اور طریقۂ زندگی کے پیش نظر، ایک دوسرے سے مختلف ہیں جیسا کہ آج کے ماہر نفسیات نر و مادہ کی دو الگ الگ جسمانی ساخت کی تقسیم کے ساتھ ساتھ دونوں کے متضاد اخلاقی پہلوؤں کے قائل ہیں۔

مساوات کے علمبرداروں نے جملہ شعبہ ہائے زندگی میں لڑکوں اور لڑکیوں کے حقوق برابر قرار دیئے ہیں، درآنحالیکہ یہ خود اپنی زندگیوں میں عدم یکسانیت سے انکار نہیں کر سکتے ہیں۔

امریکہ جیسے ممالک میں عورتوں کی 'قدرومنزلت' اور ان کے 'ارتقاء' واضح ترین شکل میں دیکھا جا سکتا ہے، جہاں عام طور پر لڑکے اور لڑکیاں کم وبیش تمام اہم موقعوں پر ایک دوسری کی شریک وسہیم نظر آتی ہیں۔ اس صورت حال کے باوجود اکثر والدین اور پرورش کرنے والے افراد اسکولی لڑکیوں کے درمیان موجود بنیادی فرق کے قائل ہیں۔ علاوہ ازیں وہ لوگ جو طلباء اور طالبات کے درجوں کے ذمہ دار اور انسپکٹر ہیں، دو الگ الگ سماجی دھڑوں کے سلسلہ میں حقوق کے تقابل کی بات کہتے ہیں، کہ اسکو نافذ کیا جانا چاہئیے۔ لیکن ایک درجہ کے دو مختلف جنس کے طلاّب جو کہ تقریبا ہر شہر میں اسی نظام کے تحت پڑھتے ہیں، انکی اہمیت کے سلسلہ میں مختلف نظریات ہیں۔ مردوں اور عورتوں کے بیچ عقلی اور جسمانی فرق اور انکے اجتماعی نقوش کا امتیاز، جسکا حاصل پیدائشی اعتبار سے مذکر یا مونث ہوتا ہے، بلا کسی شک کے ایک بدیہی امر ہے کہ ہر انسان دونوں جنسوں میں سے بہرحال ایک سے متعلق ہوتا ہے۔ اور یہ بات چاہے سب قبول کریں یا نہ کریں، ہر انسان کی روش، اور معاشرہ سازی اور خانوادہ سازی سے لیکر تعلیم و معاشیات میں اپنا اثر رکھتی ہے ۔

جنسیت صرف انواعی اعتبار سے نہیں، بلکہ وجود مردوزن دونوں میں غیر معمولی تاثر رکھتی ہے اور امتیاز وفرق کا سبب قرار پاتی ہے۔

ترمن کہتا ہے :'' انسانی بدن کا ہر سل اپنی جنس کی نشاندہی کرتا ہے، یکے بعد دیگرے اس کے بدن کے سارے سلز اور اسی طرح سارے اجزائے بدن بالخصوص نروس سسٹم علامات جنسیت کو واضح کرتے ہیں ۔''

بلا شبہہ انسانی ارواح اور اسکے بدن کی ساخت میں تاثیر وتناسب پایا جاتا ہے۔ چنانچہ شکل و صورت ، قدو قامت ، مغز اور دیگر اجزا (قطع نظر جسم و بدن کے اس فرق کے جو دو جنسوں کے درمیان ہوتا ہے) انسانی نفسیات اور طرز تفکّر جیسے مسائل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ انسانی قد، وزن ،شکل اور بہت سی فزیولوجیکل خصوصیات آدمی کے امتیازات اور فرق کو واضح تر بناتے ہیں۔ علوم نفسیات سے متعلق ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ انسانی بدن کی ساخت کیفیت نفسیات میں غیر معمولی طور پر اثر انداز ہوتی ہے ۔ چنانچہ سائکلوجیکل معاملات انواع وصورت کی بنیاد پر طے کیئے جاتے ہیں۔ نیز ماہرین ہر آدمی کے پیٹ، ہڈیوں اور عضو جسمانی کے بالکل الگ اور انکی بلند قدی و کوتاہ قدی اور انکی مستقل ومنفرد ارواح کے قائل ہیں اور ہر ایک اپنی اپنی مخصوص خصوصیات کا مالک ہے،

جو ارتکاب جرم کے وقت، سیکھنے کی صلاحیت، اور فنی ذوق وشوق اور میلان طبع میں اپنا ایک خاص اثر رکھتی ہے۔ علوم نفسیات میں انسان درونگر اور برونگر کی اصطلاحیں اسی قسم کے اعضاء جسمانی کے تجزیہ کے بعد وجود میں آئی ہیں۔

ہماری شکل، ہماری فزیولوجی عادات کی آئینہ دار ہوتی ہے، یہاں تک کہ چہرہ سے انسان کی اندرونی شخصیت اور باطنی کارگزاریوں کا بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ نیز یہ صرف اسکے عیوب یا فضائل و ذہانت واحساس وعادات ہی کا پتہ نہیں دیتا ہے بلکہ اسکے نفسیات اور متوقع بیماریوں کے تئیں اسکے جسم کی ساخت وحسیت سے بھی باخبر کرتا ہے، چنانچہ قیافہ شناس لوگ صرف چہرہ سے آدمی کے مکمل صفات کا اندازہ لگا لیتے ہیں، بدن کی زیبائش اور مسلس کی مظبوطی کے لئے کی جانے والی غیر ضروری کوششیں جسمانی ساخت پر یقیناً اثرانداز ہوتی ہیں۔ چہرہ کی تھوڑی سی تبدیلی، فزیولوجیکل فنکشن اور نفسیات میں اہم تغیرات کا سبب ہوگا بالخصوص ہماری شکل وعمل وظواہر ہمارے بدن کے صفات کا مظہر اور ہمارے شعور کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ نفسیاتی کارگزاریاں، فزیولوجیکل حرکات سے ہی وابستہ ہیں۔

ذیل میں عناوین کے تحت دونوں اصناف کے کچھ فرق فہرست وار پیش ہیں

ا۔ لڑکے اور لڑکی کی نشو ونما

ماہرین کہتے ہیں کہ لڑکوں کے بہ مقابل لڑکیاں تیزی سے بڑھتی ہیں، اس معنیٰ میں کہ انکی ہڈیاں، دانت اور علامات جنسیت تیزی سے نمو پاتے ہیں اور لڑکوں پر لڑکیوں کی سبقت نمود ایک دو سال کے سن سے لیکر بچپن اور بلوغ تک دکھائی دیتی ہے۔

۲۔ جسمانی قوت و استطاعت

اس میں کوئی شک نہیں کہ انسانی اور حیوانی جنس نرینہ میں زیادہ طاقت وتوانائی ہے۔ اس رخ سے اگر دیکھا جائے تو سخت ترین اور صبر آزما مراحل میں جنس مذکر ہی اسے سر کرتی نظر آئیگی۔

لڑکے، طرز حیات اور بالخصوص جسمانی قوت کے لحاظ سے سن وسال کے ہر مقام پر لڑکیوں سے بالاتر ہیں (۱۱ سے ۱۴ برس کے لڑکے اور لڑکیاں اس کلیہ سے مستثنیٰ ہیں چونکہ اس دوران ان میں عموماً بہت کم فرق دکھائی دیتا ہے) چنانچہ لڑکیوں کی فعالیت سے لڑکوں کی فعالیت ساری زندگی زیادہ نظر آتی ہے۔

مردوزن کی علامات جنس کی ساخت بھی جداگانہ ہے، دونوں پر الگ انداز میں بقائے نسل انسانی کی ذمہ داری ہے۔ زمانی لحاظ سے بھی تذکیر و تانیث کی کارگزاریوں میں ایک دوسرے سے فرق و امتیاز پایا جاتا ہے، علاوہ ازیں موروثی تاثیر اور انسانی عادات و اطوار میں وراثتی خصوصیات بھی حیرتناک حد تک کارفرما ہوتی ہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ یہ چیزیں صرف انسانی آفرینش تک اپنے اثرات کو محدود نہیں رکھتی ہیں بلکہ پورے انسانی وجود کی نشو نما میں بھی اپنا خاص اثر رکھتی ہیں۔ اور اسی قسم کے فرق دخصوصیات نوع انسانی کے دو افراد کو ایک دوسرے سے ممتاز کر دیتے ہیں۔ یہ انسان کے مزاج اور اسکے نفسیات پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں، ذہن و ذہانت (I.Q.) پر بھی ان چیزوں کا اثر پڑتا ہے۔ شخصیت مردوزن پر انھیں چیزوں کا اثر انھیں ایک دوسرے سے ممتاز کرتا ہے۔

ماہرین کہتے ہیں کہ

تناسلی علامات صرف بقاء نسل کا ہی مسئلہ حل نہیں کرتے بلکہ فزیولوجیکل فعالیت اور نفسیاتی وروحانی حرکات میں بھی موثر ثابت ہوتے ہیں۔ عموماً خواجگان کے یہاں فلسفی و دانشمند یا بڑے ظالمین نہیں پیدا ہوتے۔ نطفہ کے اپنے کام ہیں، چنانچہ وہ سب سے پہلے نر یا مادہ بناتا ہے۔ وہ اس طرح سرایت کرتا ہے کہ خون میں شامل ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ ٹشوز یا عضو بدن اور ہمارے شعور میں جنس مردوزن کو ہم پر واضح کر دیتا ہے۔ اور اسی طرح ہمارے جسم کے تمام حرکات وسکنات میں شدت پیدا کر دیتا ہے۔ نطفہ کا نفوذ ہی انسان کے اوصاف بے خوفی، جوش وخروش اور غصہ کا سبب بنتا ہے۔ اسکے یہی خصائص جنگلی جانور اور کھیت میں کام کرنے والے جانور میں فرق پیدا کرتے ہیں۔ بالکل اسی انداز میں یہ چیزیں وجود زن پر بھی اثر انداز ہوتی ہیں، البتہ صرف ایک عرصہ حیات تک فعال ہوتی ہیں اور ایک خاص عمر کو پہونچنے کے بعد کم ہوجاتی ہیں اور کام کرنا بند کر دیتی ہے۔ چنانچہ عالم پیری میں عورت مرد سے کمزورتر دکھائی دینے لگتی ہے۔ مردوزن کے درمیان فرق صرف جنسی نہیں ہے بلکہ تناسلی اعضاء میں سرایت کردہ کیمیکلی مشمولات کے اثرات خون میں نتیجہ بخش ہوتے ہیں۔ اس اہم نکتہ کی طرف غور نہ کرنے کے سبب، حقوق وتحفظ زن کے علمبردار یہ سوچتے ہیں کہ یہ دونوں اصناف (مردوزن) ایک ہی قسم کی تعلیم و تربیت، مشاغل وذمہ داریاں سنبھال سکتی ہیں، جبکہ عورت متعدد جہتوں سے مردوں سے مختلف ہے۔ بیضوی سلز جو ساری زندگی مرد کے جملہ تازہ وموجود سلز کے ساتھ

رہتا ہے، وہی نطفہء استقرار حمل کی شکل اختیار کرتا ہے۔ دوران آفرینش اہم کردار ادا کرتا ہے۔ مگر عورت نطفۂ استقرار حمل کے بقیہ مواد کے علاوہ وہ تمام اجزاء کہ جو اس نطفۂ مستقر کے لیے لازمی ہیں، فراہم کرتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس رخ سے بچہ کی آفرینش کے بالکل ابتدائی مراحل میں ماں کی ذمہ داری باپ سے اہم ہوتی ہے۔ باپ کی ذمہ داری بچہ کی تولید میں کچھ کم ہے مگر عورت جو کہ ۹ مہینہ اسے اپنے شکم میں رکھتی ہے اور پھر اسکے صاف شدہ خون کے اجزاء سے وہ جنین اصل رحم میں پہونچ کر اپنی غذا اور نمو حاصل کرتا ہے، نیز پیدا ہونے کے بعد بھی بچہ اپنی غذا بشکل شیر اپنی ماں ہی سے حاصل کرتا ہے، اسکے بدن میں کچھ نئے ٹشوز نمود پاتے ہیں۔ دوران حمل ماں بچہ کے زیر اثر رہتی ہے۔ چنانچہ کبھی وہ بچہ ماں کی صحت سلامتی کے لئے خطرہ بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ ٹشوز کے ایک دوسرے سے مختلف ہونے کے سبب جنین کا وجود رحم مادر میں رہتے ہوئے وجود زن کے لئے منفی اثر رکھتا ہے۔ چنانچہ دوران حمل بچہ اسکی فزیکل اور سائکلوجیکل حالت کو قدرے تبدیل کر دیتا ہے۔ اعضاء بدن کے سلز مسری مواد کو خون میں اس طرح تحلیل کر دیتے ہیں کہ آدمی کی نفسیاتی اور معنوی کارگزاریوں پر موثر ثابت ہوتا ہے۔ ہارمونس ہماری روحی قدرت و طاقت پر داخلی غدود سے زیادہ اثر رکھتے ہیں۔ شاعروں، فنکاروں اور فاتحوں وغیرہ کی طبیعت میں جنسی میلان زیادہ ہوتا ہے۔ جنسی غدود سے چھیڑ چھاڑ ایک نو بالغ کے نفسیات پر بھی تبدیلی کے اثرات مرتب کرتی ہے۔ عورت کی بچہ دانی نکل جانے کے بعد اسے ضعف ونقص بدن کا احساس رہتا ہے اور فکری اور حسی فعالیت بھی متاثر ہوتی ہے۔ اگر کوئی جراحی کے ذریعہ اپنے بیضہ نکلوا دیتا ہے تو تقریباً اسکی مردانگی ختم ہو جاتی ہے۔ سب بھی سبھی بڑے فنکار عاشق مزاج تھے۔ گویا کسی جیت کے لئے جنسی غدود کی فعالیت بھی ضروری ہے، چنانچہ جب عشق ثمر آور نہیں ہو پاتا تو روح کو برانگیختہ کر دیتا ہے، لہذا اگر ''دانتے'' ''بیاتریس'' کی زوجہ بن گئی ہوتی تو کمدی الہی کی شکل میں تاریخ کو اتنا بڑا شاعر نہ مل پاتا۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ ھارمونس انسانی اخلاق و کردار کی تعمیر میں اپنا اثر رکھتے ہیں، تو محل تعجب نہیں ہے۔ نفسیاتی لحاظ سے نر و مادہ کے صفات صرف منفرد و جداگانہ نہیں ہوتے، بلکہ دونوں اجناس کے مخصوص طبعی میلان کے سبب ان میں بہت سے انفرادی تغیرات دیکھے جا سکتے ہیں۔

رحم کا پہلو

یہ بھی ایک روشن حقیقت ہے کہ مرد وزن میں رحم کی حیثیت الگ الگ ہے۔ عورتیں زیادہ رحم پسند ہوتی ہیں، چنانچہ بہت جلدی حساس اور قابل رحم معاملات سے اثر قبول کر لیتی ہیں اور پریشان ہو جاتی ہیں۔ لطف و عنایت کی حیثیت دونوں اجناس کے لئے انکی نوع و حیثیت کے اعتبار سے مخصوص ہے۔ عورت صنف نازک ہے، تمام انسانی معاملات اور مسائل کو اپنے نقطہء نظر سے دیکھتی ہے جبکہ مرد مردانہ نظر سے جملہ مسائل کو دیکھتا ہے۔ اگر یہ بات مان لی جائے کہ گرچہ مرد اپنی دید و دانش میں ہر چیز کا تماشہ گر اور بازیگر ہے پھر بھی وہ ہر چیز کی اصل و اصالت و رنگ و کیفیت کو محسوس کر لیتا ہے، مگر یہ نظام پیدائش وخلقت کا فلسفہ اور حکمت ہے کہ رحم پسندی کا زیادہ تر مادہ عورت کے حصہ میں آیا ہے کہ افزائش نسل اور نظام اہل خانہ بخوبی درست کیا جا سکے۔

عقلی پہلو

مرد و زن کے درمیان پہلا فرق و امتیاز انکے مغز کے سلسلہ میں ہے۔ کسی بھی نسل کی عورت کی ظرفیت و ذہن مرد سے کم ہوتی ہے۔ اور اسی طرح ہر نسلی عورت کا قد مرد سے کم ہوتا ہے۔ کسی بھی نسل کی عورت کا مغز عموماً مردوں سے ۱۰۰ سے ۲۰۰ گرام تک کم ہوتا ہے۔ یہ سچائی ہے کہ انسانی زندگی میں دو مختلف جنس کے افراد کے درمیان یہ امتیاز و افتراق پایا جاتا ہے۔ اور یہی عین حکمت ہے۔ ان دونوں اصناف میں بہت سی خصوصیات مشترک ہیں۔ اس لیے افزائش و بقانسل انسانی کی ذمہ داری انھیں کے سر ہے، درآنحا لیکہ کسی مولود کی ساخت اور نمو کے لئے دونوں میں ضروری فرق اور مختلف خصوصیات بھی پائی جاتی ہیں۔ یہ بھی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔ ماہرین ومفکرین کا یہ کہنا ہے کہ انسان پورے وجود کے ساتھ سوچتا ہے، تو موضوع مطلوب تک پہونچتا ہے، جبکہ درک و احساس وفکر و تفہیم کا ذریعہ دماغ ہے لیکن دماغ بھی ہرگز پورے اعضاء بدن کی اثر پذیری سے آزاد نہیں ہے۔ ہارمونس ہوں یا تناسلی غدود، ٹشوز ہوں یا کیفیت اندام نہانی، مغز کا وزن ہو کہ بدن کا قد، جملہ فکری و عملی اقدامات کے وقت آدمی کے قوت ارادہ اور احساس وفکر و درک پر غیر معمولی اثر رکھتے ہیں۔

ایک جملہ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ آدمی اپنے دماغ کے علاوہ اپنے جملہ اعضاء جسمانی کے ساتھ سوچتا ہے محبت، رنجیدگی، تعریف وتنقیص یہ سب پورے بدن کا ریکشن ہوتا ہے۔

پس یہ بات طے ہوگئی کہ مرد وزن کے کیفیات عقلی وفکری میں فرق ہونا چاہئے کیونکہ دماغ ، غدود جنسی سے خصوصی ربط اور تاثیر رکھتا ہے، چنانچہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر زندگی کے سارے مسائل، اورحساب وکتاب کسی گھر کی ماں کے حوالے کردیئے جائیں تو اسکے بچہ کی تربیت مادری عنایات کے تلے نہ ہو سکے گی۔

عورتیں عموماً مردوں سے زیادہ موسیقی میں دلچسپی رکھتی ہیں اور اس میں بھی انکی دلچسپی اور سلیقہ کا رول ہے۔ کوئی اس سے صرف دل بہلاتی ہے، کوئی اسے دلچسپی کی علامت قرار دے لیتی ہے۔ نیز یہ حقیقت بھی اظہر من الشمس ہے کہ فلسفہ کے بلند مرتبہ پر صرف مرد پہونچے۔ بڑی ایجادوں کے بیشتر حصّوں پر مردوں کا قبضہ ہے۔ اس سلسلہ میں یہ بات قابل انکارنہیں ہے کہ عقلی نشو نما جو انسانی شخصیت کے تکامل کیلئے لازم ہے، عورتوں میں بھی موجود ہے۔ اس رخ سے ان معاملات میں کہ جن میں فکری پختگی اور زود فہمی کو دخل ہے، مردوزن میں فرق نہیں ہے۔ اسی طرح خالص عقلی معاملات میں بھی (جو کہ انکو حیرتناک الٰہی نشانیوں کا انکشاف کراتے ہیں، عقل انسانوں کی ہدایت کرتی ہے انھیں اسکی ہمیشگی اور قیمت واہمیت سے باخبر کراتی ہے) مرد وزن میں فرق نہیں ہے جیسا کہ ہم قرآن کی رو سے دیکھتے ہیں کہ بار بار دیندار عورت اور دیندار مرد، عابد وقناعت شعار عورت ، متّقی عورت متّقی مرد سے ایک دوسرے کے ساتھ بھی اور انفرادی طور پر بھی عہد و پیان لے لئے گئے ہیں اور یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ ایمان و توحید پرستی کے سلسلہ میں مردوزن برابر ہیں ۔

مذکورہ اقتباس کے تناظر میں دو موارد :

الف۔ اسلام نے مالی و اقتصادی معاملات میں عقل کی پختگی کو لازم جانا ہے اور اسے ان احکام و مسائل کے باب میں جو جنسی بلوغ اور شعوری پختگی سے تعلق رکھتا ہے، بیان کیا ہے۔ شعور کی پختگی اور عقلی بلوغ جنسی بلوغ سے بالا تر ہے۔ قرآن کریم نے جنسی مسائل کی اہمیت کے پیش نظر عقلی تکاملہ اور شعوری پختگی کو بنیادی شرط جانا ہے اور اس امر میں لڑکی اور لڑکے میں کسی قسم کا فرق نہیں بتایا گیا ہے۔ چنانچہ دونوں اصناف، مردوزن، جب بھی منزل شعور کو پہونچ جائیں تو اپنے سرمایہ کو اپنے اختیار میں لیتے ہوئے ، اقتصادی معاملات میں فعال ہو سکتے ہیں۔

ب۔ لڑکیوں کے سلسلہ میں باپ اور دادا ولایت وسرپرستی کا حق رکھتے ہیں۔ چنانچہ شادی و انتخاب

ہمسر جیسے معاملات میں ان کی رائے سے استفادہ کرنا چاہئے، البتہ یہ ولایت ایک بالغہ اور راشدہ لڑکی کے لئے لازم نہیں ہے اور باپ دادا اس موقعہ پر جولی حق ولایت نہیں رکھتے۔ یقیناً یہ ایک غور طلب پہلو ہے کہ نوخیز و بے تجربہ بیٹیوں کے اہم معاملات کو سلجھانے کیلئے باپ کی ولایت وھدایت ضروری ہوتی ہے۔ لیکن ایسی بھی شادیاں ہورہی ہیں جو اہم مراحل یعنی انتخاب ھمسر جیسے معاملات میں اس حد تک چلی جاتی ہیں کہ خود ہی تشخیص اور ارادہ کرتی ہیں، ہمدرد اور تجربہ کار آدمی کی ضرورت محسوس نہیں کرتیں۔ یہ وہ مسائل ہیں جنکا تفصیلی جائزہ لینا ضروری ہے کیونکہ اس طرح کی مثالیں یہ ظاہر کرتی ہیں کہ اگر سماج میں یہ چلن عام ہوگیا تو سارے حساس مسائل عورتوں کے ہاتھ میں چلے جائیں گے، جس سے معاشرہ کا توازن بگڑ سکتا ہے۔ چونکہ اسلام ہر زمانہ اور ہر سماج کیلئے ہے لہٰذا اس نے ان کیفیات کو اور اس سے متعلق مسائل کو بیان کیا ہے۔

نامناسب نہیں ہوگا اگر یہاں ان مقامات کے علاوہ ایک موقع کا تذکرہ کیا جائے اور وہ ہے حج میں نیابت کا موقع ہے۔ فریضۂ حج سے متعلق مسائل میں نیابت کے موضوع پر احکام ہیں کیونکہ تمام تر شرائط کے باوجود بعض مکلّفین ایسے ہیں جو ارکان حج کو بجا لانے سے قاصر ہوتے ہیں، اس وقت نیابت کا مسئلہ درپیش آتا ہے۔ نیابت کے سلسلہ میں ملتا ہے کہ عورتیں مردوں کی نیابت کرسکتی ہیں، چاہے وہ مرد کا پہلا حج ہی کیوں نہ ہو۔ فی المراۃ تحج عن الرجل العرورہ، فقال: ''ان کانت قد حجت و کانت فقیہ فامراتہ افقہ من رجل'' اس عورت کے بارے میں جو نیابت کرنا چاہتی ہو اور اس سے قبل کوئی حج نہ کیا ہو، امام فرماتے ہیں کہ اگر کوئی نیابت کرنا چاہتی ہے تو کرے، اسے مذہب شناس اور دین پرور ہونا چاہیئے۔ کوئی قباحت نہیں ہے اس لئے کہ فقیہ عورت عام مرد سے بہتر ہے۔

مذکورہ حدیث امام صادقؑ سے عورت کی دین شناسی و فقہ فہمی کی عظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ ظہور امامؑ کے وقت فقہ و دین شناسی میں عورتیں کس طرح مردون پر بازی مارلے جائیں گی۔ امام باقرؑ فرماتے ہیں: ''و توتون فی زمانة فی ان المراة تقضی فی بیتها بکتاب الله تعالیٰ و سنة رسول الله'' امام مہدیؑ کے عہد حکومت میں تمام عالم انسانیت علم و حکمت سے لبریز ہوگا۔ عورتیں گھروں میں کتاب خدا اور سنت رسولؐ سے قضاوت کریں گی۔ یاد رہے کہ قضاوت کی لازمی شرط فقہ و احکام پر گہری نظر کو قرار دیا گیا ہے۔

مرد وعورت کے مخصوص کام

مردوزن کی شکل میں انسانی وجود جہاں اتنا آزاد اور خود مختار ہے کہ اپنے ارادے خود کرتا ہے، مختلف صورتوں اور کاموں میں کسی ایک کو منتخب کرتا ہے، وہیں اسے چند جبری قوانین کا پابند بنایا گیا ہے اور ان قوانین وسنت کو اس پر لازم قرار دیا گیا ہے، اس طرح کہ اس نظام حکومت کے تحت رہنے کے بعد ایک قدم بھی آگے یا پیچھے نہیں بڑھا سکتا ہے۔ انسان بھوکا ہوتا ہے تو چند خاص قسم کے مواد تغذیہ اسکی بھوک کو دور کردیتے ہیں۔ اسے ہوا کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ سانس لے لیتا ہے، بیمار ہوتا ہے تو دوا استعمال کرلیتا ہے،ایک وہ وقت آتا ہے کہ وہ سن وشعور کی پختگی کے ادوار سے گزر کر اس منزل پر پہونچ جاتا ہے کہ اسکی طاقت جواب دینے لگتی ہے۔ اور آخرش وہ موت سے ہم آغوش ہو جاتا ہے۔ اس وقت انسانی کوششیں،ارادے،اختیارات سب اپنا اثر کھوبیٹھتے ہیں اور انکے پاس اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں بچتا۔ چنانچہ ہم اس تلخ حقیقت کے پیش نظر اس نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ حاکم کے واجب العمل احکام لائق تبدیلی نہیں ہیں اور اسکی تبدیلی کی کوشش انسانی وجود کو نقصان پہونچا دیتی ہے۔ حاکم کے واجب العمل احکام آج بھی لاگو ہیں۔ چنانچہ مردوں کو چاہئیے کہ اپنے آداب وآثار حیات کو اسی قانون کی نظر سے دیکھیں اور خود کو اس وہم سے دور رکھیں کہ صنف قوی کو صنف نازک کا طرز حیات اور حقوق مل جائیں یا صنف نازک کو صنف قوی کی طرز کی زندگی مل جائے۔ یہی نہیں بلکہ وہ اسکو اپنے لئے باعث شرف اور اپنی شخصیت کے تکامل کا ذریعہ سمجھیں۔ فزیولوجیکل قوانین بھی یہی کہتے ہیں۔ نیز قوانین ستارگان ایسے ناقابل تغیر ہوتے ہیں کہ انسانی طبعی میلان کو وہاں کوئی راہ نہیں ہے۔

پس عناصر سے مرکب انسان کو چاہئیے کہ میدان علم وعمل میں خود کو اتارے اور اپنے کو ماڈی دنیا کی سطح سے بلند کرے اور مکمل انسان بن جائے۔ اس ضمن میں مرد وعورت کے طرز حیات سے متعلق کچھ قابل غور پہلو بھی اجاگر ہوتے ہیں۔

مردوعورت از حیث انسان طبعی قوانین کی بنیاد پر اپنے لئے ایک دستور العمل رکھتے ہیں۔ عورت کی ذمہ داری بہترین عورت ہونا ہے، جبکہ مرد کی ذمہ داری اچھا مرد ہونا ہے یعنی وہ تمام فرائض جو طبعی قوانین کی حیثیت سے ان پر عائد ہوتے ہیں، انھیں ان پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔

عورتوں کو چاہیے کہ مردوں کی اندھی تقلید و حرص کیے بغیر اپنے طبعی و فطری حقوق و سرشت کی بنیاد پر زندگی گزاریں۔ عورتیں تکمیل بشریت میں مردوں سے اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ نسلی نقطۂ نظر سے دونوں جنسوں کی اہمیت برابر نہیں ہے۔ مرووزن کی مساوات، ماموریت اور مسئولیت اس بات کا سبب قرار پاتی ہیں کہ دونوں جنسوں کا طرز حیات اچھے نتائج نہیں دے پاتا اور اس طرح انسانی سماج کا توازن بگڑ جاتا ہے۔ عورتوں کے حقوق کے علمبردار اگر اس روش کو مزید فروغ دینگے اور عورتوں کو مردوں کے شانہ بشانہ ہونے کی تبلیغ کریں گے تو گویا وہ انھیں انکے طبعی و فطری حقوق سے باز رکھنے کی کوشش میں ہیں۔

ایک اور مسئلہ جو مرد وزن کو برابری اور عورتوں کو مرد نما بنا دینے کے سلسلہ میں قابل غور ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اس طرح دراصل مردوں کو اصلی و مرکزی حیثیت دینا ہے (گویا عورتوں کی اپنی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے) کہ عورتوں کو بھڑ کائیں کہ وہ خود کو مردوں کے برابر لائیں۔ ایسا بنا دیں کہ انکے پاس بھی مردوں جیسی خصوصیات و احساسات ہوں۔ درحقیقت یہ صنف لطیف کی توہین و تحقیر ہے کیونکہ اصولاً مرد کا محض مرد ہونا اسکے بالاتر ہونے کی دلیل نہیں ہے، جسکی طرف عورتوں کو ورغلایا جا رہا ہے۔ عورت ہونا بھی اپنے آپ میں محل افتخار ہے اور انسانی وجود کی تکمیل و تعلّی کا ذریعہ ہے، جیسے مرد ہونا مردوں کی نظر میں قابل فخر ہے۔ دونوں جنس الٰہی قانون کی گرفت میں ہیں۔ اس پر عمل پیرا ہونا انکی ذمہ داری ہے، جسکے نتیجہ میں انھیں دنیا و آخرت کی سعادت ملنے والی ہے۔ اگر کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ اپنے صنف مخالف کی برابری کروں تا کہ میری شخصیت مکمل ہو جائے، تو وہ احساس کمتری کا شکار ہے۔

انسانی زندگی میں حرکت و عمل کی حکومت ہے، کہ فزیولوجی کے اصول کے مطابق دونوں اصناف وجود کو احساس تکامل اسی وقت حاصل ہوگا جب وہ اپنے جسمی و فطری تقاضوں کے ساتھ جئیں گے۔ لہٰذا ہر جگہ معیار و ملاک اور قوانین، تعلیم و تربیت اور انکی زندگی کے جملہ مراحل انکی جنسی مناسبت سے ہونے چاہئیں۔

ماہرین تعلیم و تربیت کو مرد وزن کے جسمانی و نفسیاتی فرق کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے۔ اس مضمون میں گنجائش نہیں ہے کہ مختلف ملکوں کے مردوں اور عورتوں کی صورت حال کا جائزہ لیا جائے، جیسا کہ بعض جگہوں پر انتہائی افسوسناک صورت حال ہو چکی ہے اور مزید ہو رہی ہے۔ عورتوں کے حقوق کا مطالبہ کر کے انھیں وہ حقوق دلائے جا رہے ہیں جن سے سماج میں صرف بے راہ روی پھیل رہی ہے۔

انکی مثالوں میں سے ایک مثال پیش ہے :

اس نئی بدعت اور خجالت آمیز روش سے پہلا نقصان یہ ہوا کہ گھروں کے شیرازے بکھر گئے، جسکا تدارک کوئی بھی نہیں کرسکتا ہے۔ بطور خدمت گار لائی گئی مائیں اور سفارشوں کے ذریعہ اپنائے گئے بیٹے والے نظام سے سب کچھ صاف ظاہر ہے۔ درحقیقت یہ صورت حال زلزلہ تمثیل ہے کہ انسان کہ خانوادگی و سماجی رشتے اتنی بری طرح متاثر ہوئے کہ نہ بچوں کو ماں کا پیار میسر آتا ہے، نہ عورتوں کو شوہروں کی توجہ! غیر ممکن ہے کہ احساس و محبت کا ایک ذرّہ بھی کسی کے ہاتھ آجائے اور وہ بھی ایسے حالات میں؟ یقیناً جب آدمی مشین سمجھا جانے لگے اور اشرف مخلوق کی سطح سے گرکر شی میں تبدیل ہو جائے، اور انسانی گھرانہ ایک مشینی کارخانہ ہو جائے، تو ایسا سوچنا بھی عبث ہے۔ مادہ پرستی و سرمایہ داری سے صرف خودخواہی اور لطف اندوزی کی جاسکتی ہے، جو انتقائی لحاتی ہوتی ہے۔ اس لئے کہ وہ افکار وقوانین جو الٰہی اصولوں سے ہٹ کے وضع کئے جاتے ہیں، کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اس طرح انسانی فطرت اور ادیان الٰہی کی ہدایت ایک بار پھر خالی پنداروں کو باطل ثابت کر دیگی۔